پارسی تھیٹر اور اردو ڈرامہ

تمہید

ممبئی میں اردو ڈرامہ نگاری کا آغاز کس طرح ہوا۔ پارسی تھیٹر کی ابتداء کب اور کیسے ہوئی، اسی کے ساتھ ساتھ کن کن کمپنیوں نے اردو میں ڈرامہ نگاری میں پارسی تھٹر کی شمولیت کی۔ وغیرہ وغیرہ اس باب میں شامل ہیں۔ ڈرامہ نگاری میں مختلف قسم کی ڈرامہ نگاری وجود میں آئی ہیں۔ جس میں ڈرامہ انگریزی زبان میں کئی ڈرامہ پیش کیے گے۔ اسی کے ساتھ ساتھ پارسی ڈرامہ نگاری میں پارسیوں کے حالات زندگی، ان کی معاشی حالات ساتھ ہی ساتھ ان کے رسم و رواج اور زبان و بیان کا بھی شمار انھیں پارسی تھٹر میں کیا گیا۔ مجموعی طور پر ہم درج ذیل باتوں کی طرف اور پارسی تھیٹر ڈرامہ نگاری کا مقام کیا اس کی کیا اہمیت ہے۔ ہم اسی باب معلومات حاصل کرینگے۔

موضوع کی وضاحت

پارسی تھیٹر اور اردو ڈرامہ

جیسا کہ بتایا گیا ہے کہ اردو ڈرامے کی ترقی میں پارسی تھیٹر اور پارسیوں کا بڑا ہاتھ رہا۔ بقول عبدالعلیم ''اردو تھیٹر ایک ہی رات میں اپنے پیروں پر کھڑا ہو گیا۔'' پارسی، ہندو مسلمانوں نے اردو رسم الخط میں سارے ڈرامے لکھے۔ لکھنؤ، دہلی، بنارس، کلکتہ، سنگاپور، لندن وغیرہ میں اردو ڈرامے پیش کئے گئے۔ ساتھ پارسی وکٹوریہ ناٹک کمپنی نے خواتین کو اسٹیج پر بھی پیش کیا۔ پارسی سرمایہ داروں کی بدولت چند سالوں میں اردو ڈرامہ کافی ترقی کر گیا۔ انھوں نے اسٹیج کے لوازمات کو سنوارا۔ پردے لگائے۔ موسیقار ملازم رکھے۔ 1879ء کے قریب کئی پارسی کمپنیاں وجود میں آنے لگیں اور انھوں نے نئے نئے ڈرامے پیش کئے۔ کئی تھیٹریکل کمپنیاں دہلی دربار میں شرکت کے لئے گئیں۔ لندن کی بین الاقوامی نمائش میں بھی اردو ڈرامے پیش کئے گئے۔ حسینی میاں ظریف نے اوریجنل تھیٹریکل کمپنی کے لئے ڈرامے لکھے۔ مہدی حسن احسن اور بعد میں آغا شر کاشمری نے الفریڈ تھیٹریکل کمپنی کے لئے ڈرامے لکھے۔ اولڈ پارسی تھیٹریکل کمپنی نے رستم وسہراب پیش کیا۔ کالج انفنسٹن کے پارسی طلبہ نے شیکسپئر کے ڈرامے انگریزی زبان میں دکھلائے اور ایرانی ڈرامے بھی پیش کے۔ منظوم ڈرامے بھی اسٹیج کئے گئے۔ اس طرح اردو ڈراما پارسی تھیٹر کے سہارے تاریخی منزل طے کرتا رہا۔ ان ڈراموں میں شعر و ادب کی گل کاریاں تھیں۔ تکنیک کے پہلوؤں کو اہمیت دی گئی۔ مکالمے نظم کے ساتھ ساتھ نثر میں بھی لکھے گئے۔ اس طرح اردو ڈراموں کے اسلوب میں سلامت اور روانی اور اردو ڈرامہ بامِ عروج پر پہنچا۔

ممبئی میں اردو اسٹیج کا آغاز

ممبئی میں اردو ڈراما اور تھیٹر کی تاریخ کا وہی عہد متعین کیا جاتا ہے جو ''اندرسبھا'' کے آغاز کا ہے۔ یعنی لگ بھگ 1853ء کے بعد پرتگیز نے تیرہوں صدی عسوی میں اور انگریزوں نے اٹھارہویں صدی میں ممبئی میں تھیٹر ہال تعمیر کے تھے اور ان میں مسیحی تبلیغ کے لئے ادنیٰ درجہ کے انگریزی اور ہندوستانی کھیل اسٹیج کیے جاتے تھے، لیکن ان میں زبان و بیان کا کوئی ایسا انداز دکھائی نہیں دیتا تھا جس کی نسبت کہا جاسکے کہ یہ اردو ڈرامے کے دور کا آغاز تھا۔

انیسویں صدی کے اوائل میں مراٹھوں اور پارسیوں نے ''ڈریمٹیک کور'' بنائے جن میں مراٹھی اور گجراتی ڈرامے کھیلے جاتے رہے۔ ان

ہی میں سے ایک ''ہندو ڈریمٹیک کور بھی تھا جس میں پارسی رشیوں کی اکثریت حصہ دار تھی۔انھوں نے ہی اس اسٹیج پر اردو ڈراما کھیلنے کا اہتمام کیا۔ جس کی ترتیب میں زیادہ تر مغربی اثر نمایاں تھا۔ یہ ڈراما ''راجہ گوپی چند اور جالندھر'' کے نام سے ایک پارسی رئیس نے گجراتی میں لکھکر اردو میں ترجمہ کرایا۔ یہ ڈرامہ 1853ء میں اسٹیج ہوا۔اس کا پلاٹ ہندو دومالا کے اساس پر تھا۔اس اردو ڈرامے کی شہرت اور کامیابی نے پارسیوں کو اس طرف متوجہ کیا۔اس دور کے بعض پارسی رئیس فارسی زبان کا اچھا ذوق وشعور رکھتے تھے۔اسی لئے انھیں اردو زبان سے بھی دلچسپی تھی۔کئی پارسی اڑدو میں شعر بھی کہتے تھے اور مضامین لکھکر رسالے بھی شائع کرواتے تھے۔یہی وجہ تھی کہ ان میں گجراتی ڈراموں کے ساتھ ساتھ اردو ڈرامے کا شوق بھی ترقی کرنے لگا۔لیکن یہ ثبوت نہ مل سکا کہ پارسی ٹھیٹر کے ابتدائی دور میں جو ڈرامے اسٹیج ہوئے ان میں سے کتنے ڈرامے براہِ راست اردو میں لکھے گئے اور کون کون سے گجراتی ڈراموں کو کن اردو ادیبوں نے ترجمہ کیا۔ کیونکہ وہ سب ہی پارسیوں کی تصنیف بتائی جاتی ہیں۔اس زمانے میں مراٹھی اور گجراتی ڈرامے برابر کھیلے جارہے تھے۔مگر ممبئی کی عوام ان سے اُکتا گئیں تھیں اور اردو ڈراموں کو دیکھکر ان میں بھی ان ڈراموں سے دلچسپی پیدا ہونے لگی۔آخر 1854ء میں پارسی روسا نے اپنی ایک جماعت ''پارسی ڈریمٹیک کور'' کے نام سے قائم کی اور اس نے زیر اہتمام اردو کھیل'' پیدائش سیاؤش'' کھیلا گیا جو دو حصّوں پر مشتمل تھا۔ یہ ڈراما پارسی مذہب کی تاریخی داستان پر مبنی تھا۔اسکے بعد کئی اردو ڈرامے لکھے اور اسٹیج کئے گئے۔اور اس طرح چند سالوں میں ہی پارسیوں کی وجہ سے اردو ڈراموں کی سرگرمیوں میں زور شور شروع ہوگیا۔اسی دوران ممبئی میں ''اندر سبھا'' بھی کھیلا گیا۔اس ڈرامے کو ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔اس ڈرامے نے کامیابی کے جھنڈے گاڑ دئے۔اس ڈرامے شہرت،مقبولیت اور کامیابی سے متاثر ہوکر کئی ٹھیٹر یکل کمپنیاں ممبئی میں قائم ہوئی۔اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ ممبئی کے اردو اسٹیج کا آغاز بھی ''اندر سبھا'' کی مقبولیت اور شہرت کا رہین منت تھا۔

پارسی ٹھیٹر کی ابتداء

1945ء میں انگریز حکام کی کوششوں اور پارسی روسا کے اشتراک سے گرانٹ روڑ پر ممبئی ٹھیٹر کے نام سے ایک ہال تعمیر کیا گیا تھا جہاں صرف انگریزی ڈرامے کھیلے جاتے تھے۔انگریز حکام کے اس ٹھیٹر سے دست بردار ہونے کے بعد اس ٹھیٹر کا تمام اہتمام پارسیوں کے ہاتھ آگیا جنھوں نے اس کا نام تبدیل کر کے وکٹوریہ ٹھیٹر کردیا۔دراصل یہ ٹھیٹر ہال اردو اسٹیج کا سنگِ بنیاد ثابت ہوا اور پارسی ڈریمٹیک کور کو اس اسٹیج پر اردو ڈرامے کی ترویج وترقی میں بڑی مدد ملی۔جون اور دسمبر 1954ء میں یکے بعد دیگرے دو اردو ڈرامے ''حاجی میاں فضل اور کلال خانہ'' اور پٹھان سرفراز اور گل'' گجراتی سے اردو میں ترجمہ کر کے پارسی ڈریمٹیک کور کے زیر اہتمام کھیلے گئے اور 1861ء کے دوران اٹھارہ انیس چھوٹی بڑی کمپنیاں بمبئی میں نظر آنے لگیں جو بیشتر اردو ڈرامے کھیلتی تھیں۔1862ء میں ''پارسی وکٹوریہ کلب'' وجود میں آیا۔دو سال اسکا نام تبدیل کرکے'' وکٹوریہ ناٹک منڈلی'' کردیا گیا۔اس کلب کے سیکریٹری این کابراجی 1871ء تک اردو اسٹیج کی ترقی میں کوشاں رہے۔اسی زمانے میں دادا بھائی پٹیل اور کنور جی ناظر نے الفنسٹن منڈلی قائم کی۔لیکن دادا بھائی کی مان مانی کی وجہ سے دوسرے حصہ دار اس منڈلی سے الگ ہوگئے۔کچھ عرصہ بعد کنور جی ناظر نے یہ منڈلی خریدلی۔1874ء میں جب حکوت ہند نے شاہی جشن جوبلی منانے کا اعلان کیا تو کنور جی ناظر نے اپنی کمپنی دہلی لے جانے کا ارادہ کیا جس سے متاثر ہوکر دادا بھائی پٹیل نے ایک نئی کمپنی ''اوریجنل وکٹوریہ ناٹک منڈلی'' بنا ڈالی۔ چنانچہ 1975ء کے آخر میں کنور جی ناظر کی کمپنی ''وکٹوریہ ناٹک منڈلی (جواب پارسی وکٹوریہ ناٹک منڈلی کے نام سے مشہور تھی) اور دادا بھائی پٹیل کی ''اوریجنل وکٹوریہ ناٹک منڈلی'' دہلی پہنچ کر جشن جوبلی میں بڑے اہتمام دستان سے اپنے اپنے کھیل دکھانے لگیں۔ کچھ عرصہ بعد کنور جی ناظر کی ناٹک منڈلی کا مالک خورشید جی بالیوالا ہوگیا جس نے اس کمپنی کا نام ''بالیوالا وکٹوریہ ناٹک منڈلی رکھ لیا۔کنور جی دوبارہ اپنی پرانی کمپنی الفنسٹن ناٹک منڈلی میں شریک ہوگئے۔ بعد میں اس کمپنی کا مالک ایک پارسی سیٹھ پسٹن جی فرام جی میڈن جو خود شاعر،اداکار،ڈرامہ نگار تھا بنا۔اس طرح پارسی ٹھیٹر ترقی کرتا گیا۔

پارسی تھیٹر کی نشوونما

پارسی تھیٹر کی نشوونما میں پارسی رؤسا کا بہت بڑا حصّہ رہا۔ اندرسبھا کی کامیابی نے یہ بات ثابت کردی کہ دیگر زبانوں کی طرح اسٹیج پر اردو ڈراموں کی پیش کش کے امکانات بھی روشن ہے جس سے متاثر ہوکر اردو کے کئی تجارتی تھیٹر قائم ہوئے اور اسی دور میں پارسی تھیٹر اردو ڈراموں کی طرف متوجہ ہوا۔ پارسی تھیٹر کیک مالکین کو اردو سے کوئی خاص لگاؤ یا محبت نہیں تھی۔ ان کا مقصد صرف تجارت تھا اور وہ اردو ڈرامے پیش کر کے دولت کمانا چاہتے تھے۔ جس کے نتیجے میں کئی ڈریمٹیک کمپنیاں وجود آئیں۔

1861ء کی تھیٹریکل کمپنیاں

پارسی تھیٹر کی کامیابی سے متاثر ہوکر کئی تھیٹریکل کمپنیاں وجود میں آئیں۔ 1861ء میں صرف بمبئی میں انیس (19) تھیٹریکل کمپنیاں موجود تھیں اور ان میں سے بیشتر اردو ڈرامے دکھلاتی تھیں۔ ان کمپنیوں کے نام درج ذیل ہیں۔

(۱) ابرٹ ناٹک منڈلی (۲) الفنسٹن امیچورس (۳) امیچور ڈرامیٹک کلب

(۴) الفنسٹن ڈرامیٹک کلب (۵) اورینٹل ناٹک کمپنی (۶) اوریجنل وکٹوریہ کلب

(۷) بیروٹ ناٹک منڈلی (۸) پارسی اسٹیج پلیرس (۹) پارسی ناٹک منڈلی

(۱۰) پارسی وکٹوریہ اوپراٹروپس (۱۱) پرشین ناٹک منڈلی (۱۲) پرشین زوراسٹرین ناٹک

(۱۳) جنٹلمن امیچورس (۱۴) زوراسٹرین ڈرامیٹک سوسائٹی (۱۵) شیکسپر ناٹک منڈلی

(۱۶) .... (۱۷) وانسیٹرس کلب (۱۸) ....

(۱۹) ہندی ناٹک منڈلی۔

پارسیوں کی معاشرتی حالت

انسویں صدی کے وسط میں پارسیوں کی معاشرتی حالت ناگفتہ بہ بھی تھی۔ عوام وخواص جادوٹونا اور جنتر منت پر بھروسہ کرتے تھے۔ یہ لوگ تعلیم سے بہت دور تھے۔ عورتوں کی حالت تو اور زیادہ پست تھی۔ وہ نہ گھر سے باہر نکل سکتی تھیں اور نہ بوٹ اور موزے پہن سکتی تھیں۔ کسی صاحب ثروت پارسی کی مجال نہ تھی کہ وہ اپنی بیوی یا بیٹی کے ساتھ گھر سے باہر نکلے۔ پارسیوں کو فن موسیقی سے کوئی دلچسپی نہ تھی، اگر کوئی شخص رقص و سرور میں حصّہ لیتا، تو وہ اوباش اور آوارہ سمجھا جاتا تھا۔ لڑکیاں بندگاڑیوں میں مدرسہ جاتیں۔ ان کو رزم خوانی کی بھی اجازت نہ تھی۔ صرلڑ کے اجتماعی صورت میں رزمیہ نظمیں پڑھ سکتے تھے یا دعائیں مانگ سکتے تھے۔ کچھ صاحب ثروت پارسی اتوار اور تہوار کے دن تفریح کے لئے جاتے دعوتیں کھاتے اور وہسکی اڑاتے تھے۔ چوسر، تاش اور شطرنج کے داؤں اڑاتے تھے۔ طوائفوں کو بلاتے ان کے ناچ گانے کی محفلیں سجاتے اور دِل بہلاتے تھے۔ ایک طرف پارسیوں کا شوق ڈرامائی آہستہ آہستہ دیوانگی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ دوسری طرف ان کے مذہبی پیشوا انکے خلاف کفر کے فتوے عائد کررہے تھے۔ لیکن پارسی پریس نے نوجوان فن کاروں کا ساتھ دیا۔ اور مخالفین کو وہ منہ توڑ جواب دیا کہ ان کی کمر ٹوٹ گئی اور ان کا زور گھٹ گیا۔

پارسیوں کے لئے یہ عجیب کش مکش کا زمانہ تھا ایک طرف رقص وسرور کا دھارا تیزی سے رواں دواں تھا۔ دوسری طرف اسی شدت سے اس کی مخالفت بھی ہورہی تھی۔ اسی زمانے میں ''انجمن ترقی فنِ موسیقی''، عالم وجود میں آئی جس کا مقصد تھا پارسیوں کو گانے بجانے اور اداکاری کی تعلیم

مفت دی جائے۔اس طرح دھرے دھرے پارسی تھیٹر ترقی کرتا گیا۔

انفنسٹن کلب کا قیام

انفنسٹن کالج کے پارسی طلباء نے اپنے بزرگوں کی تقلید کرتے ہوئے مغربی ڈراموں کے عماماً اور خصوصاً شیکپیر کے ڈرامے انگریزی زبان میں دکھلانے شروع کئے۔ چنانچہ انفنسٹن کالج کے طلباء نے ''انفنسٹن ڈرامیٹک کلب'' کے نام سے 1861ء میں ایک کلب قائم کیا اور اس میں درج ذیل طلباء نے اداکاری کے جوہر دکھلائے اور اپنا مقام بنایا۔

(۱)	لفٹیننٹ کرنل دھنجی شاہ نوروز جی پارکھ	(۲)	ڈی۔یس ماسٹر
(۳)	لپٹن جی نسروان جی واڑی	(۴)	مانک جی سورتی
(۵)	کے۔ایچ کانگا	(۶)	مہروان جی نسروان جی واڑیا۔
(۷)	ڈی۔این واڑیا	(۸)	نسروان جی نوروز جی پارکھ۔

ان کے علاوہ ایک صاحب کفور جی سوراب جی ناظر تھے جو اس فن سے بے حد شغف رکھتے تھے ان کا ناٹکی شوق اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ وہ کالج اوقات کے بعد بھی اپنے گھر پر ریہرسل چلاتے تھے۔انھوں نے اپنے گھر پر'' پارسی انفسٹن ڈرامیٹک کلب'' کے نام سے ایک بورڈ لگا رکھا تھا۔اس کلب نے جو ڈرامے پیش کئے ان میں ''اوتھیلو'' نے کافی شہرت پائی۔اس کے بعد'' مرچنٹ آف وینس'' اور''ٹمینگ آف دی شریو'' اسٹیج کئے۔کچھ عرصہ بعد 1866ء کے آخر میں فرام جی بامن جی، ہیر جی کھمباتہ اور بال کرش واسدیو نے''اوریجنل انفنسٹن کلب'' کے نام سے ایک دوسرا کلب قائم کیا۔اس کلب نے سب سے پہلے''ٹمینگ آف دی شریو'' پیش کیا،جس میں فرام جی اور ہیر جی نے بھی پارٹ ادا کیا تھا۔اس کے بعد اس کلب نے''اوتھیلو'' پیش کیا۔اوتھیلو کے بعد'' مرچنٹ آف وینس'' بھی دکھایا گیا۔اس مسلسل کامیابی کے بعد کلب کے حوصلے بلند ہو گئے اور اس نے یکے بعد دیگرے درج ذیل کئی ڈرامے پیش کئے۔

(۱)	بنگال ٹائیگر	(۲)	لورس کوارس	(۳)	یونگ ٹو فاسٹ
(۴)	ولج لائر	(۵)	ماک ڈاکٹر	(۶)	تھیمپنگ لگیسی
(۷)	اسٹریس سٹرینجر	(۸)	اور لائف	(۹)	دی جنٹلمین آف ورونا وغیر۔

ان ڈراموں کے ساتھ پارسیوں نے ایرانی ڈرامے بھی دکھلانے شروع کئے۔ کچھ عرصہ بعد بمبئی کے ایرانی تاجروں نے پرشین ناٹک منڈلی کی بنیاد ڈالی اور بڑی تیاری کے ساتھ رستم وسہراب پیش کیا جو کافی کامیاب ہوا۔تماشے کی کامیابی نے اس کمپنی کے حوصلے بلند کر دے انھوں نے اسی تیاری کے ساتھ رستم و برزور، ایرانی اداکاروں، فارسی زبان اور ملکی وقومی ملبوساب کے ساتھ اسٹیج کیا جو بے حد کامیاب رہا۔منظر نگاری کے اعتبار سے بھی اس ڈرامے میں متعدد خوبیاں تھیں۔پورے اسٹیج پر گھاس اُگی ہوئی دکھلائی گئی۔فطی اثرات کو دوبلا کرنے اور بجلی کی چمک کو اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ دکھلانے کے لئے میگنیشیم کے تار جلائے جاتے تھے۔یہ ڈرامے چونکہ فارسی زبان میں ہوتے،جس سے پارسی تماش بین نابلد تھے اس لئے پردہ اٹھنے سے قبل ایک پارسی اداکار ایک مختصر گجراتی نظم میں آنے والے واقعات کا خلاصہ بیان کر دیتا۔جس سے تماشائی بے حد محظوظ ہوتے تھے۔

نیم تاریخی ڈرامے اور شاہنامہ کے ماٰخذ پیش کرنے کے بعد پارسیوں نے اصلاحی ڈرامے دکھلانے شروع کئے۔مثلاً بے جوڑ شادی،جس میں ایک ضعیف العمر شخص کی شادی ایک تیرہ برس کی دوشیزہ سے دکھلائی گئی تھی۔اس قسم کے ڈرامے چونکہ روزمرہ کی زندگی سے متعلق تھے اس لئے بے حد مقبول ہوتے تھے۔

پارسی تھیٹر کے منظوم ڈرامے

اصلاحی دور شروع ہوتے ہی پارسی اختراع پسندوں نے ایک نئی اُپج شروع کی اور زوراسٹرین ڈرامیٹک کلب نے منظوم ڈرامے اسٹیج کرنے کا اعلان کر دیا۔ فراجی مہتا، نسروان جی فارس اور آبختیار نے زوروں پر تیاریاں شروع کر دی۔ آبختیار نے گجراتی میں رستم وسہراب منظوم لکھا جسے لوگوں اور ناقدین نے خوب پسند کیا۔

زوراسٹرین کلب کے پاس وکٹوریہ ناٹک منڈلی کی طرح اول درجہ کے اداکار نہ تھے پھر بھی ایسے گانے والے ضرور موجود تھے جو منظوم ڈراموں میں حصّہ لے سکیں۔ چنانچہ وقت کا اعلان ہوتے ہی تھیٹر کھچا کھچ بھر گیا۔ ڈرامہ بے حد محنت سے تیار کیا گیا سین سیزیاں بالکل نئی تھیں، اداکاروں نے بھی اپنے اپنے پارٹ بڑی خوبی سے ادا کیے۔ تماشا بے حد مقبول ہوا، اس منظوم درامے میں رستم کا پارٹ آپختیار نے سہراب کا مانک جی باربھایا نے اور تہمینہ کا جمشید نے ادا کیا۔ جن میں جمشید کا پارٹ اس قدر مقبول ہوا کہ اس کے گانے سڑکوں پر گانے جانے لگے۔ ایک چشم دیدگواہ اس کے متعلق اس طرح لکھتا ہے :-

اس کے بعد گجراتی زبان میں منظوم ڈرامے مسلسل دکھلائے گئے۔ زوراسٹرین کلب کو مزاحیہ ڈراموں کی ابتداء کا فخر بھی حاصل رہا۔ اس کا پہلا مزاحیہ ڈراما ''گھائی گرایس'' تھا جو بُرجور کتار کا تحریر کردہ تھا اس میں دو معزز پارسی خانہ انوں کی باہمی جنگ اور ان کی خوفناک تباہ کاریاں دکھلائی گئی تھیں اور اس میں نسروان شہر یار، دادا بھائی بامن جی واڑیا اور منچرجی کام کرتے تھے۔ مزاحیہ ڈراموں کے ساتھ ساتھ مذہبی ڈراموں کی ابتداء کا سہرا بھی انفنسٹن ڈرامیٹک کلب کے سر جاتا ہے۔ کنور جی ناظر جو کہ اس کلب کے مالک تھے نے گجرات کے ہندو راجہ کرن گھیلا کا قصہ پیش کرنے کا اعلان کیا۔ ہندوؤں نے جب دیکھا کہ پارسیوں نے ان کے مذہبی معاملات میں دخل دینا شروع کر دیا تو انھوں نے خوب واویلا مچایا۔ اس ہندو ڈرامے میں چند مذہبی رسوم ادا کرنے پڑتے تھے جو ان کے اعتقاد کے مطابق غیر ہندو ادا نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن منتظمین کے یہ یقین دلانے پر کہ وہ ہر قسم کی احتیاط برتیں گے وہ لوگ رضامند ہو گئے۔ دوسری طرف پارسیوں نے برہمنوں کو ملازم رکھکر اپنے اداکاروں کو مذہبی رسوم ادا کرنے کی تعلیم دلائی۔ جب یہ تماشا اسٹیج ہوا تو ہندوؤں نے اسے بے حد پسند کیا۔

پیشہ ور تھیٹریکل کمپنیاں

پارسی نوجوانوں کی صحت قائم رکھنے کے لئے شہر اور مضافاتِ بمبئی میں بہت سے اکھاڑے قائم تھے جہاں پارسی استاد اپنے شاگردوں کو کثرت کرنا سکھاتے تھے۔ ان اکھاڑوں کے نظم و نسق اور نگرانی کے لئے ایک جماعت بنام ''کثرت ساڑاتھا یک منڈلی'' قائم تھی۔ ایک بار اس منڈلی کی مالی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے پارسی اداکاروں نے ایک انگریزی تماشا ''مچ اڈو اباؤت سھنگ'' اسٹیج کیا۔ اس سے اکھاڑے کی فوری ضروریات تو پوری ہو گئی لیکن انتظامیہ کمیٹی میں پھوٹ پڑ گئی۔ ایک پارٹی کا خیال تھا کہ اداکاروں کی جماعت قائم رکھی جائے اور اس سے مفید کام لیے جائیں۔ دوسری پارٹی کا خیال تھا کہ جب مقصد پورا ہو گیا تو اسکو زندہ رکھنے کی کیا ضرورت۔ بالآخر کیخسرو کابراجی کی رائے و مشورے پر طے پایا کہ منڈلی قائم رکھی جائے۔ یہی نہیں بلکہ اسکو ایک پیشہ وار جماعت بنادِ یا جائے۔ ساتھ ہی تمام اداکار روز شام دو گھنٹے کے لئے تعلیم میں حاضر ہوں اور ان اداکاروں کو حق المحنت دیا جائے۔ دن کے وقت وہ جہاں کام کرتے ہیں وہاں کام کریں۔ جب ضرورت ہو ان کو مستقیل طور پر ملازم رکھ لیا جائے۔ ہر سنیچر کو ڈراما ہو، اس کمپنی کا نام ''وکٹوریہ ناٹک منڈلی'' رکھا گیا۔ اس کمپنی نے کئی کامیاب ڈرامے پیش کئے۔

پارسی ڈرامہ نگار

گذشتہ صفحات میں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ بمبئی میں سب سے پہلا اردو ڈرامہ ''گوپی چند اور جلندھر'' اسٹیج کیا گیا جس کے مصنف ڈاکٹر

بھاؤواجی لاڈ تھےاس کے آغاز کی تاریخ 16،نومبر 1853ء ہے۔ بعدازاں مختلف پارسی فن کاروں نے اردو میں متعدد ڈرامے لکھے۔لیکن یہ تحقیق کا موضوع ہے کہ یہ ڈرامے براہ راست اردو میں تصنیف ہوئے یا گجراتی میں لکھے جانے کے بعد اردو میں منتقل ہوئے۔ اب تک کی تحقیق سے جو حالات سامنے آئے ہیں ان کی بنا پر پارسی ڈراما نگاروں کی فہرست خاص طویل ہے۔اس قطع نظر کہ یہ کیونکہ اور کسطرح تصنیف ہوئے۔ تاریخ میں انہی کے نام سے محفوظ ہیں۔ اسلئے جب تک تحقیق کی روشنی میں انکے اصلی مصنفوں کے ناموں کے سراغ نہ ملے یہ سب ان ہی کے سمجھے جائے گے۔ یہ وہ لوگ ہے جو اردو ڈرامے کے ابتدائی سرپرست،مصنف اور فن کارعرض کہ سب کچھ تھے۔

بھاؤواجی لاڈ

ڈاکٹر بھاؤواجی لاڈ بمبئی کے مراہٹہ خاندان کے چشم چراغ تھے۔ لاڈ کو انگریزی مراٹھی، اردو اور فارسی زبان پر عبور حاصل تھا۔ وہ بمبئی کے مراہٹہ ٹھیٹر گروپ کے سرگرم رکن تھے۔ 1852ء میں انھیں اردو فارسی سے دل چسپی کے سبب اردو ڈرامے کے آغاز کا بھی شوق ہوا، انھوں نے متعدد ڈرامے لکھے۔ انکا پہلا ڈرامہ ’’گوپی چند اور جالندھر‘‘ بے حد مشہور ہوا۔

ایدل جی کھوری

کھوری نے بھی کئی ڈرامے لکھے۔ ان کی کل تصانیف تیرہ ۱۳ ہیں۔ جن میں خورشید، نور جہاں، الہٰ دین کا چراغ، ستمگر، قمرالزماں اور ابوالحسن بے حد مشہور ہوئے۔ کھوری کا پہلا ڈراما ’’لیڈی آف لیاں‘‘ تھا جو 1868ء میں امیچورس کلب نے اسٹیج کیا۔

فرامرز

خورشید جی بہمن جی فرامرز قدیم پارسی ٹھیٹر گروپ کے ایک ممتاز رکن تھے۔ انھوں نے بھی اپنے معاصرین کی طرح گجراتی اسٹیج کے بعد اردو ٹھیٹر کی طرف توجہ کی۔ فرامرز نے اردو ڈراما اور دولت کے شوق میں کاروبار چھوڑ کر اس دینا میں قدم رکھا۔ ابتدا میں انھوں نے چند گجراتی ڈراموں کے ترجے اس دور کی دکنی اردو میں پیش کئے پسند کئے گئے۔ 1874ء میں فرامرز نے ایک ڈراما ’’پاک دامن گلنار‘‘ الفنسٹن ناٹک منڈلی کے لئے لکھا اور وہ کافی مقبول ہوا جس نے انکی شہرت میں چار چاند لگا دیئے۔

آرام

خاں صاحب نسروان جی مہروان جی آرام ممبئی کے ایک پارسی خاندان کے خوش ذوق فن کار تھے۔ گجراتی اور اردو شعر و ادب سے کافی دلچسپی رکھتے تھے۔ آرام کے نام سے جو ڈرامے مشہور ہوئے ان کی تعداد بارہ ۱۲ ہے۔ انکے ڈرامے زیادہ تر منظوم ہوتے تھے۔ انکے ڈراموں کی فہرست درجہ ذیل ہے۔

(۱)	گل باصنوبر چہ کرد	(۲)	باغ و بہار	(۳)	حاتم طائی
(۴)	عالمگیر	(۵)	گل بکاولی	(۶)	لیلیٰ مجنوں
(۷)	نور جہاں	(۸)	بے نظیر بدر منیر	(۹)	چھل بٹاؤ اور موہنا راتی
(۱۰)	شکنتلا	(۱۱)	لعل و گوہر	(۱۲)	فرخ سبھا

پارکھ

ڈاکٹر نسروان جی نوروجی المعروف بہ پارکھ پارسی اسٹیج کے ممتاز رکن تھے۔ انھوں نے ایک طلسماتی ڈرامہ سلیمانی شمشیر عرف نردوش نورانی لکھا جو کافی مقبول ہوا۔ بعد میں ’’فلک سور سلیم‘‘ بھی لکھا۔

رانڈھیلیا

دوسا بھائی فرام جی رانڈھیلیا کا نام وکٹوریا ناٹک منڈلی اور دوسری پارسی کمپنیوں کے مقابلے کے عہد میں ڈرامہ نگار کی حیثیت سے لیا جاتا ہے۔ انھوں نے ''دادوریا'' نامی ڈرامہ لکھا۔ پارسی سیٹھ اپنے یہاں کام کرنے والے شاعر، ادیب اور مضمون نگار کو ''منشی کہتے'' تھے اور ان منشیوں سے قدیم ڈراموں میں ترمیم کراتے، یا گجراتی و مراہٹی ڈراموں کے ترجمے کراتے۔ یہ منشی صاحبان زبان و ادب یا فن سے پوری طرح واقف تھے۔

رونق بنارسی

پارسی اسٹیج کے پہلے غیر پارسی ڈرامہ نگار منشی محمود میاں رونق بنارسی تھے۔ انھوں نے وکٹوریہ ناٹک منڈلی میں مستقل ملازمت اختیار کر لی۔ انھوں نے کئی ڈرامے لکھے جن میں

(۱) بے نظیر بدر منیر (۲) لیلیٰ مجنوں (۳) انجامِ الفت (۴) پورن بھگت
(۵) سیف سلیمانی (۶) حاکم بن طے (۷) عاشق کا خون (۸) فسانۂ عجائب
(۹) طلسم زہرہ (۱۰) ستم ہامان (۱۱) انصاف محمود شاہ (۱۲) عجائبات پرستان
(۱۳) ظلم اظلم (۱۴) خواب گاہِ عشق (۱۵) خواب محبت (۱۶) چندا حور خورشید نور
(۱۷) سنگین بکاولی (۱۸) نقشِ سلیمانی (۱۹) فریب فتنہ (۲۰) نورالدین اور حسن افروز
(۲۱) چمیلی گلاب (۲۲) گھڑی کا گھڑیال (۲۳) میاں پسعر اور بیوی کھٹمل

آخر کے تین ڈرامے مزاحیہ ہیں۔

ظریف

رونق کے معاصرین میں ایک حسینی میاں ظریف کا آتا ہے۔ جو پٹسن جی فرام جی کی اوریجنل تھیٹریکل کمپنی میں ملازم تھے۔ کہا جاتا ہے کہ انکے ڈرامے ان کے قلم کی تراوش یا دماغ کی کاوش نہیں بلکہ قینچی کی تراہیں۔ چنانچہ ایسے متعدد ڈراموں پر انکا ایک شعر درج ہوتا جس کا یہ مصرع پوری طرح صداقت آئینہ دار ہے کہ۔

'' ناٹک ہم اے ظریفؔ تراشے نئے نئے''

ظریفؔ نے امانت کی ''اندر سبھا'' پر بھی ہاتھ صاف کیا۔ اس میں معمولی ردوبدل اور ترمیم کر کے اپنے نام سے شائع کرایا۔ اسی طرح متعدد ڈرامے ظریف کی قینچی کی تراش ہیں جو ان کی تصانیف میں شامل ہیں۔ جن (۱) نیرنگ عشق عرف گلزار عصمت (۲) شیریں فرہاد (۳) بزم سلیمانی وغیرہ اہم ہیں۔

83-1882ء کے بعد پارسی ڈراما نگاروں کا نام تاریخ میں نظر نہیں آتا۔ غالباً اس کا سبب یہ تھا کہ اب وہ اپنی اپنی کمپنیوں کے انتظامی مور، ہدایت کاری، اور اداکاری وغیرہ میں مصروف ہو گئے تھے۔ اس لئے تصنیف کا میدان اب زیادہ تر مسلمان ادیبوں کے سپرد تھا۔ جن میں سے چند نام ایسے ہیں جو خوش گو، شاعر اور انشا پرداز شاعر مانے جاتے تھے۔

حبابؔ رام پوری

منشی الف خان حبابؔ رام پور کے تعلیم یافتہ خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ تلاش معاش میں ممبئی آئے تھیٹر کے شوق نے انھیں ڈراما

نگاری کی طرف راغب کیا۔ ابتداء میں انھوں نے پارسی اوریجنل ڈرامیٹک کمپنی کے لئے ڈرامے لکھے اس کے بعد کئی اور کمپنیوں نے بھی انکے ڈرامے اسٹیج کئے انکے ڈراموں میں

(۱) غزالہ ماہر وعرف تماشائے خوش گلو	(۲) شرارِ عشق	(۳) سیاؤش
(۴) افسانۂ اژرنگ	(۵) تائید خدا	(۶) کرشن لیلا
(۷) پربھاش یگ	(۸) نالۂ مظلوم	(۹) نوروز
(۱۰) جشنِ کنورسین	(۱۱) نگاہِ غفلت	......وغیرہ اہم ہیں۔

طالب بنارسی

ونا ٹک پرشاد طالب بنارس میں پیدا ہوئے ملازمت کی تلاش میں کلکتہ گئے اور محکمۂ ڈاک میں ملازم ہو گئے۔ اسی زمانے میں تھیٹر کی شہرت سن کر ڈراما نگاری کی طرف راغب ہوئے اور ممبئی چلے آئے۔ منشی رونق بنارسی کی جگہ وکٹوریہ ناٹک منڈلی میں انھیں ملازمت مل گئی۔ طالب بنارسی پارسی اسٹیج کے ابتدائی دور میں سب سے زیادہ نمایاں حیثیت رکھتے ہیں، ان کی زبان فصیح وشتہ ہے۔ گوکہ انکے ڈراموں کے پلاٹ عام روش سے ہٹ کر نہیں اور نہ ہی ان میں سماجی زندگی کے کسی پہلو کی عکاسی ملتی ہے۔ باوجود اس کے اپنے معاصرین میں ان کو کسی لحاظ سے امتیازی درجہ ضرور حاصل رہا۔ انکے ڈراموں میں

(۱) نگاہِ غفلت	(۲) لیل ونہار	(۳) نل دمینتی	(۴) چمن عشق
(۵) فسانۂ عجائب	(۶) دلیر دل شیر	(۷) خزانۂ غیب	(۸) کرشمۂ محبت
(۹) طلسمات گل	(۱۰) گوپی چند	(۱۱) ہریش چندر	(۱۲) سنگین نکاولی
(۱۳) الہٰ دین	(۱۴) وکرم ولاس	(۱۵) عاشق کا خون	(۱۶) خورشید عالم

اسی دور کے چند ڈراما نگاروں کے نام خاصے مشہور ہونے کے باوجود انکے مفصل حالات اور تصانیف کی نایابی کے سبب تفصیلی ذکر ممکن اس چند حضرات کا ذکر مع تصانیف درجہ ہے۔

فقیر محمد تیغ

فقیر محمد تیغ پارسی اسٹیج کے ابتدائی دور میں کافی مقبول ہوئے انکے ڈرامے یہ ہیں۔

(۱) انجام الفت (۲) اوتھیلو طرف چغل خور آئینہ (ترجمہ)

سجاد حسین جوہر بنارسی

(۱) ہمارا خدا (۲) اوتھیلو عرف چغل خور آئینہ (ترجمہ) (۳) عصمت کا ڈاکو

نظیر حسین سخا دہلوی

سخا دہلوی مشہور انشا پرداز، معلم اور مبلغ اسلام تھے۔ انکا ایک ڈرامہ ملتا ہے۔ ڈراما۔ فیض صحبت (میکبتھ سے ماخود)۔

بزرگ لاہوری

(۱) نورالدین وحسن افروز (۲) قمر الزماں وبدرو (۳) طلسمات سلمانی۔

نامی

مولوی الٰہی بخش نامی اٹاوہ کے باشندے تھے۔اس زمانے میں پارسی تھیٹر کمپنیاں جوشہر میں آئی تھی اس سے متاثر ہوکر شائقین نے اٹاوہ میں ایک کمپنی انڈین دل پذیر تھیٹر یکل کمپنی کے نام سے قائم کردی۔اس کمپنی کی فرمائش پر نامی نے متنوی گلزارنسیم کے اساس پر ڈراما گلِ بکاولی لکھا جو 1893ء میں کھیلا گیا۔اس کے بعد وہ ممبئی پہنچے اور پارسی اسٹیج کے لئے کئی ڈرامے لکھے۔(۱) ناگر سبھا (۲) ستم ہامان (۳) جہانگیر (۴) عاشق سبھا (۵) پورن بھگت۔

امراؤ علی

امراؤعلی لکھنؤ کے معزز خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔1890ء میں ایک ڈراما''ابرٹ بل'' لکھا۔اسکے علاوہ (۱) جہانگیر (شیکشپیر کے ڈراما'ہملیٹ' سے ماخود)اوررزم بزم لکھا۔

مُرادؔ بریلوی

کریم الدین مراد 1842ء میں بریلی میں پیدا ہوئے۔عربی فارسی کی تعلیم مکمل کر کے مقامی مدرسہ میں درس دینے پر معمولی ہوئے۔ بریلی میں پسٹن جی کی مراد سے ملاقات ہوئی۔مراد عالم، فاضل، ادیب اور شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ ماہر موسیقی بھی تھے۔پسٹن جی نے ان سے دو ایک گانے لکھوائے اور انھیں اپنے ساتھ ممبئی لے آئے۔مراد کے ڈراموں میں (۱) گلِ بکاولی (۲) چترا بکاولی (۳) خداداد خوب مشہور ہوئے۔

دیوانہؔ امرتسری

غلام علی دیوانہؔ امرتسر سے تعلق رکھتے تھے۔بمبئی آئے اور پہلے پارسی اوریجنل تھیٹر کمپنی اور بعد پارسی وکٹوریہ کمپنی میں ملازم ہوئے۔ انھوں نے (۱) آفتاب اجودھیا عرف ہریش چندر (۲) رکمنی بنگل (۳) امدادِغفار (۴) تائید یزدانی (۵) مہرجیا (۶) سیرِ پرستان (۷) حسن کا ڈاکو (۸) ہیررانجھا (۹) سوہنا زینی (۱۰) شیریں فرہاد ڈرامے لکھے۔

افسوں مرادآبادی

اس دور کے مشہور شاعروں اور انشاء پردازوں میں مرادآباد کے مرزا محمد کاظم برلاس افسوں کا نام بھی آتا ہے۔ان کا پہلا ڈرامہ ۱۸۹۳ء میں تصنیف ہوا، خوش رُو حسینہ عرف الفت کا نگینہ۔اس کے علاوہ (۱) اسٹار آف منگریلیا (۲) نازاں عرف جنگ یلغاریہ (۳) لیلیٰ مجنوں زیادہ مشہور ہوئے۔

حافظ عبداللہ

پارسی اسٹیج کی گرم بازاری نے ملک کے دوسرے مقامات پر بعض دولت منداصحاب کو تھیٹر کمپنیاں قائم کرنے پر راغب کیا۔ان ہی دولت منداشخاص میں حافظ محمد عبداللہ بھی تھے۔جنھوں نے ذاتی ملکیت میں انڈین امپیریل تھیٹر یکل کمپنی قائم کی۔10 سال تک حافظ نے اپنی کمپنی کے لئے ڈرامے لکھے۔حافظ کے ڈراموں کی فہرست میں سب کے سب قدیم ناٹکوں کے مسخ شدہ چربے ہیں۔اس فہرست میں اندرسبھا سے لے کر پارسی اسٹیج کے دورِاول کے تمام ڈرامانگاروں کی تصانیف کے نام موجود ہیں۔ان میں چند نام درج ذیل ہیں۔

(۱) عشقِ شریں فرہادعرف داغِ حسرت (۲) عشقِ لیلیٰ مجنوں (۳) شکنتلا

(۴) علی بابا چہل قزاق	(۵) اندرسبھا امانت عرف ذخیرۂ عشرت	(۶) اسیرِ حرص
(۷) انجامِ محبت	(۸) فرخ سبھا	(۹) جشن پرستان
(۱۰) بزم سلیمانی	(۱۱) بے نظیر بدر منیر	(۱۲) دریائی اندرسبھا
(۱۳) پولیس ناٹک	(۱۴) چترابکاولی	(۱۵) چندراولی
(۱۶) چنداحودعرف خورشید نور	(۱۷) سخاوت حاتم طائی	(۱۸) خدادوست
(۱۹) خون عاشق جاں باز	(۲۰) زہرہ وبہرام	(۲۱) ستم ہامان
(۲۲) طلسم الفت عرف گنجینۂ محبت	(۲۳) فریبِ فتنہ	(۲۴) عشق ہیررانجھا
(۲۵) فسانۂ عجائب	(۲۶) لیل ونہار	(۲۷) محمود شاہ
(۲۸) نقشِ سلیمانی	(۲۹) ہوائی مجلس	(۳۰) چمیلی گلاب

عبدالوحید قیسؔ

حافظ عبداللہ کے شاگرد عبدالوحید قیس کا تعلق فتح پور سے تھا۔ اپنے استاد کی پیروی میں ایک ہی طرز کی ڈراما نگاری کرتے رہے۔ حسب ذیل ڈرامے انکے نام سے موسوم ہیں۔ (۱) نیرنگِ الفت (۲) صنوبر وشمشار (۳) انجام نیک وبد انسان عرف سیفِ سلیمانی (۴) جلسۂ پرستان (۵) پسندیدۂ جہاں عرف ہرمز مہر تاباں (۶) ثنائے عالمِ دوجہاں۔

نظیرؔ بیگ

مرزا نظیر بیگ نظیرؔ آگرہ کے رہنے والے تھے۔ انڈین امپیریل کمپنی میں ادانیٰ اداکار کی حیثیت سے شامل ہوئے اور ترقی کر کے ڈراما نگار بن گئے۔ ان کی تصانیف میں حافظؔ اور قیسؔ کی طرح پارسی اسٹیج کے قدیم ڈراموں کی نقلیں نظر آتی ہیں۔ انکے نام جو ناٹک مشہور ہوئے وہ یہ ہیں۔ (۱) فسانۂ عجائب (۲) ست ہریش چندر (۳) معرکہ لنکا عرف رام لیلا ناٹک رامائن (۴) نل دمینتی (دو حصے) (۵) نیرنگِ عشق (۶) تائیدِ خوا (۷) ہملیٹ نوایجاد عرف واوقعۂ جہانگیر ناشاہ (۸) ماہی گیرو دلبر لقا (۱۰) رومیو جولیٹ (۱۱) آبِ ابلیس (۱۲) قتلِ نظیر (۱۳) گل روزرینہ (۱۴) خوب صورت بلا (۱۵) بین شہزادی (۱۶) نظیر گوہر (۱۷) دھوپ چھاؤں (۱۸) بھول بھلیاں (۱۹) امرت (۲۰) چندراولی۔ نظیر نے قدیم اور عصری ڈراما نگاروں کی ان تصانیف پر ہاتھ صاف کیا جو انکے استاد حافظؔ اور استاد بھائی قیس کی دست سے بچ گئے تھے۔

لیکن ان اصحاب اور اس قبیل کے تمام نام نہاد ڈراما نگار محض نقال تھے جنھوں نے وقتی ضروریات کے لحاظ سے دوسروں کی تصانیف پر بے جا قبضہ جمایا۔ اسلئے ڈراما نگاری کی تاریخ میں ان کی کوئی اہمیت نہیں سمجھی جاسکتی۔

اردو ڈرامے

۱۸۵۸ء سے ۱۸۷۰ء تک کتنے ڈرامے لکھے گئے، کس نے لکھے اور کب اسٹیج ہوئے، ابھی تک اس کا پورا پتہ نہیں چل سکا۔ البتہ اتنا ضرور پتہ چلا ہے کہ اداکاروں کے ساتھ تکمیل معاہدات کے بعد دادا بھائی پٹیل نے اپنی پوری توجہ اردو ڈراموں کی طرف بندول کردی اور انھیں اعلیٰ پیمانے پر دکھانے کے انتظامات کئے۔ اس اعلان سے پارسی بہت بے چین ہوگئے اور انکے خلاف اخبارات میں ایک محاذ کھڑا کر دیا۔ ان کے نقطۂ نظر سے اردو ڈرامے کسی بھی صورت میں مقبول نہیں ہوسکتے تھے۔ لیکن پٹیل نے مخالفت کی پرواہ نہیں کی اور وہ اپنے ارادے پر قائم رہے۔

پٹیل نے ضروری انتظامات کے بعد ایدل جی کھوری سے گجراتی میں ایک ڈراما بنام ''سون نامہرنی خوریش'' لکھوایا اور سیٹھ بہرام جی فریدوں جی سے اردو میں ترجمہ کروا کر نئی سین سینیریوں اور پوشاکوں کے ساتھ اسٹیج کیا۔ پٹیل نے دونو جوان اور خوب صورت ایکٹروں کو گانے کی مکمل تعلیم دلوائی۔ ۱۸۷۱ء میں جب یہ ڈراما اسٹیج ہوا تو مخالفین پر مانو اوس پڑ گئی ہو۔ پارسی قوم حیرت زدہ ہوگئی۔ یہ ڈراما نثر میں تھا۔ اس وقت تک تھیٹر (انگریزی، گجراتی، اردو) کا تمام کاروبار پارسیوں کے ہاتھ میں تھا وہی اس کے مالک، اداکار، ڈائرکٹر، مصنف، منتظم یہاں تک تماش بین ہوتے تھے۔ اردو ڈراموں کے ساتھ مسلمان تماش بین خصوصاً بوہرہ تاجروں کی بھی آمد و رفت ہوگئی۔

''خورشید'' کی کامیابی کے بعد دادا بھائی پٹیل اور کنور جی کی مشترکہ کوششوں سے ''نور جہاں'' دکھلایا گیا۔ یہ ڈراما ایدل جی کھوری نے کنور جی ناظر کے لئے لکھا تھا اور پٹیل کی درخواست پر خاں صاحب سراوان جی مہروان جی آرام نے اس کا اردو ترجمہ کیا تھا۔ اس میں وکٹوریہ اور الفنسٹن کے چیدہ چیدہ اداکاروں نے کام کیا۔ یہ تماشا اگرچہ کامیاب رہا۔ لیکن اس سے دونوں مالکوں کے دلوں میں کسی وجہ سے کدورت پیدا ہوگئی۔ دادا بھائی پٹیل نے شرکت سے علٰحیدہ ہو کر ایک منظوم ڈراما ''بے نظیر بدر منیر'' آرام سے لکھوایا اور اسے ۱۸۷۲ء میں وکٹوریہ تھیٹر میں اسٹیج کیا۔ یہ ڈراما بھی کامیاب ہوا۔ دادا بھائی پٹیل کو اردو ڈرامے کو ترقی دینے کا اس قدر شوق تھا کہ انھوں نے بغیر کسی غور و فکر کے اخبارات میں اعلان کر دیا کہ وہ خود اسٹیج پر اداکاری کرگے۔ اس خبر کے چھپتے ہی ان پر تنقید ہونے لگی شاید ہی کوئی معزز پارسی ہو جس نے ان پر نکتہ چینی نہ کی ہو۔ قدامت پرست پارسیوں کا خیال تھا کہ اداکاری ان کی شاہ اور شخصیت کے خلاف ہے۔ لیکن پٹیل نے مخالفت کی بالکل پرواہ نہ کی اور ڈراما حاتم طائی میں حاتم کا کردار ادا کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ چنانچہ جس دن تماشا ہونے والا تھا۔ وکٹوریہ تھیٹر کا وسیع ہال وقت سے پہلے ہی پارسی شرفا، معززین، ہم عصر تھیٹریکل کمپنیوں کے مالکن اور دوسرے تماش بین سے کھچا کھچ بھر گیا۔ ان میں ایسے لوگوں کی کمی نہ تھی جن کا مقصد دادا بھائی پٹیل کی اداکاری پر تنقید کرنا تھا۔ مگر دادا بھائی پٹیل نے اپنے کردار کا بہت غور سے مطالعہ کیا تھا تمام تفصیلات سے اچھی طرح آگاہی حاصل کی تاکہ ناقدین کو کوئی بات قابلِ گرفت نہ مل سکے۔ ڈرامے کے بعد معززین شہر نے دادا بھائی پٹیل کی کھول کی تعریف کی اور ڈرامے کی کامیابی اور انکی اداکاری پر انھیں خوب مبارکباد دی۔

ایک طرف دادا بھائی پٹیل اس طرح اپنی قوت، اقتدار اور دولت کا مظاہرہ کر رہا تھا تو دوسری طرف کنور جی ناظر طلسماتی ڈرامے بڑھ چڑھ کر دکھانے میں مشغول تھا۔ اس نے ''الہ دین اور اسکا چراغ'' مشینوں کے ذریعہ اسطرح دکھلایا کہ تماش بین حیران رہ گئے۔ مشینوں کے ذریعہ منظر نگاری کا طریقہ کچھ اس قدر مقبول ہوا کہ ہر کمپنی اس سے کام لینے لگی۔

کنور جی ناظر نے ''اندر سبھا'' ڈرامہ اردو میں خاص اہتمام کے ساتھ پیش کیا اور اس کی کامیابی سے متاثر ہو کر ''سلیمانی شمشیر عرف فردوش نورانی''، ''خاک سور سلیم'' اور ''پاک دامن گلنار'' دکھلائے۔ اسطرح اردو ڈراما پارسی اسٹیج پر ترقی کی منازل طے کرتا رہا۔ پارسی اسٹیج ہر اردو ڈرامے نے خاصی ترقی کی حالانکہ پارسی سیٹھوں کا نقطۂ نظر ذاتی تفریح اور شہرت کے ساتھ دولت کمانا بھی تھا اس لئے ان ڈراموں میں فکر و فن اور معاشرتی زندگی کی عکاسی نظر نہیں آتی۔ بقول پروفیسر احتشام حسین: ''ان ڈراموں میں ہندوستانی زندگی اور سماجی کشمکش سے کوئی تعلق نہ تھا۔ جن تھیٹروں میں ڈرامے دکھائے جاتے تھے ان کی قومی یا تہذیبی اہمیت نہیں تھی۔ بلکہ یہ صرف نئے تجارتی مرکزوں کی تفریح گاہ تھے، شاید کسی بڑے ادیب نے اس صنفِ ادب سے کوئی دلچسپی نہیں لی۔''

اس کے باوجود پارسیوں کی ان خدمات کی اس لحاظ سے قدر کی جاسکتی ہے کہ انھوں نے اردو ڈرامے کے ارتقائی منازل میں خاص توجہ دی اور اہم حصہ لیا یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اگر پارسی سیٹھ اور فنکار اردو ڈرامے کی طرف متوجہ نہ ہوتے، اور تجارتی اغراض سے ہی سہی اس کی ترقی و ترویج میں جانفشانی سے مسلسل مصروف نہ رہتے تو شاید اردو ڈرامہ موجودہ مقام پر دکھائی نہیں دیتا۔

خلاصہ

اردوڈرامے کی ترقی میں پارسی تھیٹر اور پارسیوں کا بڑا ہاتھ رہا۔ بقو عبدالعلیم ''اردو تھیٹر ایک ہی رات میں اپنے پیروں پر کھڑا ہو گیا۔'' انیسویں صدی کے اوائل میں مراٹھوں اور پارسیوں نے ''ڈرامیٹک کور'' بنائے جن میں مراٹھی اور گجراتی ڈرامے کھیلے جاتے رہے۔ ان ہی میں سے ایک ''ہندو ڈرامیٹک کور'' بھی تھا۔ جس میں پارسی رشوں کی اکثریت حصہ دار تھی۔ انھوں نے ہی اس اسٹیج پر اردو ڈراما کھیلنے کا اہتمام کیا۔ یہ ڈراما ''راجہ گوپی چند اور جالندھر'' کے نام سے ایک پارسی رئس نے گجراتی میں لکھکر اردو میں ترجمہ کرایا۔ یہ ڈراما ۱۸۵۳ء میں اسٹیج ہوا۔ اس ڈرامے کی کامیابی نے پارسیوں کو اپنی طرف متوجہ کیا اسکے بعد کئی اردو ڈرامے لکھے اور اسٹیج کئے گئے۔ اسی دوران بمبئی میں ''اندرسبھا'' بھی کھیلا گیا۔ اس ڈرامے کی مقبولیت اور کامیابی نے کئی تھیٹریکل کمپنیاں قائم کرنے میں مدد کی۔

۱۹۴۵ء میں انگریزی حکام کی کوششوں اور پارسی روٴسا کے اشتراک سے گرانٹ روڑ پر ممبئ تھیٹر کے نام سے ایک ہال تعمیر کیا گیا۔ جسکے بعد میں نام تبدیل کر کے وکٹوریہ تھیٹر کر دیا گیا۔ دراصل یہ تھیٹر ہال اردو اسٹیج کا سنگ بنیاد ثابت ہوا۔ جس نے کئی کامیاب ڈرامے اسٹیج کئے اس کے بعد لگ بھگ ۱۸۶۱ء میں ۱۹/انیس تھیٹریکل کمپنیاں قائم ہوئیں جنھوں نے کئی ڈرامے اسٹیج کئے۔ یہ کمپنیاں بیشتر اردو ڈرامے دکھلاتی تھیں۔ کچھ عرصہ بعد پارسیوں نے اصلاحی ڈرامے دکھلانا شروع کئے۔ مثلاً بے جوڑ شادی وغیرہ وغیرہ۔ اصلاحی دور شروع ہوتے ہی پارسی اختراع پسندوں نے ایک نئی اپج شروع کی اور زوراسترین ڈرامیٹک کلب نے منظوم ڈرامے پیش کرنے کا اعلان کیا جس کے تحت رستم وسہراب دکھایا گیا۔ پارسی تھیٹریکل کمپنیوں میں ڈرامے لکھنے والے فن کاروں میں بھاؤ واجی لاڈ، ایدل جی کھوری، فرامرز، خاں صاحب نسروان جی مہروان جی آرام، ڈاکٹر نسروان جی نورو جی پارکھ، دوسابھائی فرام جی لانڈھیلیا کے علاوہ منشی رونق بنارسی، منشی حسینی میاں ظریف، حباب رام پوری وغیرہ کئی ڈراما نگاروں کا شمار ہوتا ہے۔ ان میں کچھ نام نہاد ڈراما نگار بھی گزرے جو محض نقال تھے جنھوں نے وقتی ضروریات کی لحاظ سے دوسروں کی تصانیف پر قبضہ جمایا۔ جن کی ڈراما نگاری کی تاریخ میں کوئی اہمیت نہیں ہے۔ دادا بھائی پٹیل نے اردو ڈرامہ نگاری کی بے انتہا خدمت کی اور اردو ڈرامہ نگاری کو ایک سمت ورفتار عطا کی۔ حالانکہ پارسی سیٹھوں کا نقطۂ نظر ذاتی تفریحی اور شہرت کے ساتھ ساتھ دولت کمانا بھی تھا۔ اسلئے ان ڈراموں میں فکر وفن اور معاشرتی زندگی کی عکاسی نظر نہیں آتی۔ باوجود اس کے پارسیوں کی ان خدمات کی اس لحاظ سے قدر کی جاسکتی ہے کہ اردو ڈرامے کے ارتقائی منازل میں انھوں نے خاص توجہ دی اور اہم حصہ لیا۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اگر پارسی سیٹھ اور فن کار اردو ڈرامے کی طرف متوجہ نہ ہوتے اور تجارتی اغراض ہی سہی اس کی ترقی وترویج میں مصروف نہ رہتے تو شاید اردو ڈرامہ موجودہ مقام پر دکھائی نہ دیتا۔

☆☆☆